قرآن کریم کو حرزِ جان بناؤ کہ اس کے بغیر ہم کوئی عزت کوئی بلندی اور کوئی کامیابی حاصل نہیں کرسکتے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۵ / جولائی ۱۹۶۶ء بمقام مسجد نور۔ راولپنڈی)

☆ مسلمانوں کو عروج و ترقی اور ارفع مقام اتباع قرآن کریم ہی کے نتیجہ میں ملا۔

☆ مسلمانوں نے جب قرآن سے دوری اور بے تعلقی اختیار کی تو وہ قعر مذلت میں جا گرے۔

☆ محض بیعت کر لینا کافی نہیں جب تک ہم پورے کے پورے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں داخل نہیں ہو جاتے۔

☆ الہام ”بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے“ کا پورا ہونا

☆ صرف احمدی کہلانا کافی نہیں، قرآن کریم اور اسلام کی عزت دنیا میں قائم کریں۔

تشہد، تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

مسلمانوں پہ تب ادبار آیا
کہ جب تعلیم قرآں کو بھلایا

(درثمین اُردو صفحہ ۵۵ نیا ایڈیشن)

اس شعر میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک تاریخی حقیقت بیان فرمائی ہے۔ جب ہم تاریخ اسلام کی ورق گردانی کرتے ہیں اور مسلم ممالک اور اقوام کے عروج و زوال، ترقی و تنزل اور ان کی تہذیب اور ان کی وحشت کی داستانیں ہمارے سامنے آتی ہیں تو ہم پر یہ بات واضح اور بین ہو جاتی ہے کہ مسلمانوں نے جب بھی عروج و ترقی کی۔ تہذیب کی رفعتوں تک پہنچے۔ تو یہ ارفع مقام انہیں اتباع قرآن ہی کے نتیجہ میں ملا۔ اور جب کبھی انہوں نے قرآن اور اس کی اعلیٰ و ارفع تعلیم کو پس پشت ڈال دیا۔ اس سے منہ موڑ لیا۔ اس سے بے رُخی برتی، اس سے دُوری اور بے تعلقی اختیار کی۔ اور اسے ناقابل عمل سمجھتے ہوئے مہجور قرار دیا تو وہ قعرِ مذلّت میں جا گرے۔

اس کے برعکس جب انہوں نے قرآن کریم کو حرزِ جان بنایا اور اس کا جُوا اپنی گردنوں پر رکھا قرآن کریم کے نور سے منور ہو کر اور اس کے خادم بن کر میدانِ عمل میں اترے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسی ترقیات سے نوازا اور ایسی رفعتیں انہیں عطا کیں کہ دنیا کے وہ معلم اور استاد بھی بنے۔ دنیا کے وہ ہادی اور راہ نما بھی ہوئے۔ دنیا کے وہ محسن بھی ٹھہرے۔ خدائے رزاق سے تعلق پیدا کر کے اَلْحَفِیْظُ اور اَلْعَلِیْمُ کی صفات کا مظہر بنے اور عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ انہیں مقرر کیا گیا اور زمین کی پیداوار کی تقسیم ان کے سپرد کی گئی۔ اور ایک دنیا نے ان سے بھیک مانگی اور ایک جہان کو انہوں نے سیر کیا۔ مگر ان کے دامن دنیا داروں کے سامنے کبھی نہ پھیلے۔ نہ وہ دنیوی طاقتوں کے سامنے کبھی جھکے، نہ ان سے مرعوب

ہوئے اور نہ وہ کبھی ان کے زیر احسان آئے۔

لیکن مسلم اقوام نے جب قرآن کریم اور اس کی تعلیم کو طاق نسیان کی زینت اور قُرْاٰنًا مَّهْجُوْرًا بنادیا اور اپنی ناقص اور غافل عقلوں کو آسمانی نور سے بہتر جانا تو نورِ علم، نورِ فراست اور نورِ فطرت ان سے چھین لیا گیا۔ روحانی علوم وانوار کا تو ذکر کیا۔ دنیوی علوم میں بھی انہیں غیروں سے بھیک مانگنی پڑی اور جب رزّاقِ حقیقی سے انہوں نے اپنا رشتہ توڑ لیا تو حسناتِ دنیا بھی ان سے چھین لی گئیں۔ اور ہم نے دیکھا کہ للچائی ہوئی نظروں سے وہ دنیا اور دنیا داروں کو تک رہے تھے۔

پس مسلمانوں کی تاریخ ایسے حقائق سے بھری ہوئی ہے۔ اس تاریخ کے بہت سے باب جہاں سنہری حروف سے لکھے نظر آتے ہیں۔ وہاں وہ باب بھی تو ہمارے سامنے آتے ہیں۔ جنہیں پڑھ کر ہماری گردنیں جھک جاتی ہیں۔ تاریخ کے ان ابواب سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ مسلم اقوام میں سے کس قوم نے کس زمانہ میں قرآن کریم اور اس کی تعلیم کو اس کا حقیقی مقام دیا اور وہ درجہ دیا جو اسے دیا جانا چاہئے تھا اور کس قوم نے کس زمانہ میں قرآن کریم اور اس کی تعلیم کو بھلا دیا۔ اور پھر دنیا میں ان کے لئے عزت اور پناہ کا کوئی مقام بھی باقی نہ رہا۔

پس جماعت احمدیہ کو یاد رکھنا چاہئے کہ محض بیعت کر لینا یا محض احمدیت میں داخل ہونا یا محض احمدیت کا لیبل اپنے اوپر لگا لینا کافی نہیں جب تک ہم پورے کے پورے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں داخل نہیں ہو جاتے۔ جب تک ہم اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کا صحیح نمونہ اپنے خدا اور خدا کی بنائی ہوئی دنیا کے سامنے پیش نہیں کرتے۔ جب تک ہم قرآن کریم کے تمام اوامر و نواہی کی عزت نہیں کرتے۔ ان کے آگے نہیں جھکتے اور جن باتوں سے ہمیں روکا گیا ہے ان سے باز نہیں آتے اور جن چیزوں کے ہمیں کرنے کی تلقین کی جاتی ہے۔ وہ ہم بجا نہیں لاتے۔ اس وقت تک ہم اللہ تعالیٰ کے ان فضلوں کے وارث نہیں ہو سکتے۔ جن فضلوں کا وارث وہ انسان ہوتا ہے جو قرآن کریم کے نور سے منور ہوتا ہے اور قرآن کریم کے احکام پر عمل کرنے والا ہوتا ہے اور قرآن کریم کا کامل متبع ہوتا ہے اور قرآن کریم کا سچا خدمت گزار ہوتا ہے۔ محض احمدی کہلانا، محض احمدیت کی طرف منسوب ہونا ہمارے لئے کافی نہیں اسی لئے میں اپنے متعدد خطبات میں اس سے پہلے بھی جماعت کو اس طرف متوجہ کر چکا ہوں کہ پوری ہمت کے ساتھ اور پوری توجہ کے ساتھ قرآن کریم کے سیکھنے اور سکھانے اور اس پر عمل کرنے کا انتظام تمام جماعتوں کے

اندر کیا جانا چاہئے۔ بہت سی جماعتیں اس طرف پوری طرح متوجہ ہوئی ہیں لیکن بعض ایسی بھی ہیں جنہوں نے اس طرف پوری توجہ نہیں دی۔

قرآن کریم کے بغیر، قرآن کریم کی برکات کو چھوڑ کر، قرآن کریم کے نور سے پیٹھ پھیرتے ہوئے، قرآن کریم کو معزز نہ جان کر اپنے دلوں سے باہر نکال پھینکتے ہوئے، ہم خدا کی نگاہ میں کوئی عزت، کوئی بلندی، کوئی رفعت، کوئی کامیابی، کوئی کامرانی اور کوئی فتح حاصل نہیں کر سکتے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں متعدد بار اس کی اہمیت کی طرف ہمیں توجہ دلاتا ہے۔ چند آیات کی تفسیر میں نے اس سے پہلے اپنے خطبات میں دوستوں کے سامنے رکھی ہے۔ آج میں قرآن کریم کی دو اور آیتیں دوستوں کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سورۃ زُمر میں فرماتا ہے۔

تَنْزِيْلُ الْكِتَابِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ○ اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًالَّهُ الدِّيْنَ○ (الزمر: ۲، ۳)

یعنی اس کتاب کا نازل کیا جانا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو غالب اور سب کام حکمتوں کے ماتحت کرنے والا ہے۔ ہم نے تیری طرف یہ کتاب کامل سچائیوں پر مشتمل اتاری ہے۔ پس تو اطاعت کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کرتے ہوئے اس کی عبادت کر۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتایا **تَنْزِيْلُ الْكِتَابِ مِنَ اللّٰهِ** کہ اس کتاب کو وحی کے ذریعہ محمد رسول اللہ پر اُتارنے والی وہ ذات ہے جسے اللہ کے نام سے اسلام نے دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ **اَلْكِتَابُ** کے لغوی معنی یہ ہیں کہ وہ صحیفۂ آسمانی جس میں تمام ضروری فرائض اور احکام کامل اور مکمل طور پر بیان ہوئے ہوں۔ اور جو اقوام عالم کی تقدیر اور قسمت کا فیصلہ کرنے والی ہو۔ اسی لئے سورۃ **حٰمٓ السّجدہ** میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو **بشیر** بھی کہا ہے اور **نذیر** بھی کہا ہے۔ یعنی قرآن کریم ایک ایسی کتاب ہے جو تمام بنی نوع انسان کی قسمت کا فیصلہ کرنے والی ہے۔ قیامت تک تمام جہانوں کی تقدیر قرآن کریم سے وابستہ کر دی گئی ہے اور جو لوگ قرآن کریم کی ہدایات کو سمجھنے اور پہچاننے والے، جو لوگ قرآن کریم کی تعلیم پر عمل کرنے والے اور قرآن کریم نے اللہ تعالیٰ کی ذات کو جن صفات کے ساتھ ہمارے سامنے رکھا ہے۔ اس کا عرفان رکھنے والے اور اپنی تمام زندگی اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں گزارنے والے ہیں۔ ان کے لئے قرآن کریم بطور **بشیر** کے پیش کیا گیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور اللہ تعالیٰ کے فعل نے

ہر زمانہ میں اس بات پر مہر لگا دی ہے کہ قرآن کریم کو جو بشیر کا نام دیا گیا ہے وہ بالکل برحق ہے اس میں کوئی غلطی نہیں کیونکہ یقیناً ہر مقام پر اور ہر زمانہ میں قرآن کریم کے کامل متبعین کو وہ روحانی اور جسمانی، دینی اور دنیوی نعماء ملیں جن کی بشارت قرآن کریم نے اپنے ماننے والوں کو مختلف مقامات پر دی تھی۔

اور وہ لوگ جو قرآن کریم کے مقابل کھڑے ہوئے جنہوں نے اس خدا کو جھٹلایا جسے اس کی کامل صفات کے ساتھ قرآن کریم پیش کرتا ہے۔ ان لوگوں کے متعلق قرآن کریم کے بتائے ہوئے انذار حرف بحرف پورے ہوئے اور قرآن کریم نے اپنی پیشگوئیوں میں کہیں کوئی غلطی نہیں کی۔

جیسا کہ میں نے بتایا ہے تاریخ اسلام یعنی اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادت اس بات پر گواہ ہے کہ قرآنِ کریم بشیر بھی ہے اور نذیر بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا کہ یہ کامل اور مکمل کتاب ہے جس میں فطرتِ انسانی کے لئے، اس فطرتِ انسانی کے لئے جو اپنے عروج اور بلوغت کو پہنچ چکی تھی۔ تمام وہ ہدایات موجود ہیں جن کی اسے ضرورت تھی کیونکہ اس کتاب کا اُتارنے والا اللہ ہے۔ یعنی وہ ذات جسے اس کی بعض مخصوص صفات کے ساتھ قرآن کریم نے دنیا کے سامنے پیش کیا ہے اور اس کی دو صفات کا ذکر اس نے اس آیت میں بھی کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اپنی جگہ پر یہ کامل اور مکمل کتاب ہے اور اس کا اتارنے والا اللہ ہے جس کی کئی صفات ہیں لیکن ہم تمہیں اس طرف متوجہ کرتے ہیں کہ وہ **العزیز** بھی ہے اور لغت عربی میں **عزیز** اس ہستی کو کہتے ہیں جو صاحب قدرت اور صاحب قوت ہو اور صاحب عزت ہو اور دنیا کی کوئی طاقت اسے کوئی نقصان نہ پہنچا سکتی ہو۔ وہ اتنا قوت والا ہو کہ دنیا کی کوئی طاقت اور قوت ایسی متصور نہ کی جا سکتی ہو جو اس کی قوت اور طاقت کے مقابلہ میں کامیابی کے ساتھ اس کے برخلاف کوئی مکر اور حیلہ اور فریب کر سکے۔ وہ غالب ہے مغلوب ہو ہی نہیں سکتا۔ اور کوئی چیز اسے عاجز نہیں کر سکتی اور اپنی ان صفات میں وہ بے مثل بھی ہے۔ یعنی اس کی قوت اور اس کی قدرت اور اس کا غلبہ اور اس کی عزت ایسی ہے کہ دنیا کی کسی اور ہستی کی نہ وہ قوت، نہ وہ غلبہ، نہ وہ طاقت، نہ وہ شان، نہ وہ جاہ، نہ وہ جلال، کچھ بھی نہیں۔ اس ہستی کو **عزیز** کہتے ہیں۔ تو اس آیت میں فرمایا کہ یہ کتاب اس اللہ نے نازل کی ہے جو اس قدر قوت اور طاقت اور عزت والا ہے کہ دنیا کا کوئی مکر اور فریب اس کے مقابلہ میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ وہ اس

مضبوط اور بلند پہاڑ کی چوٹی پر بنے ہوئے قلعہ کی طرح ہے کہ جس تک چڑھنا کسی اور کے لئے ممکن ہی نہیں۔ مَنِیۡعٌ ہے۔ یعنی وہ اتنا محفوظ ہے کہ اس کے خلاف کسی سازش کی کامیابی ممکن ہی نہیں ہوسکتی۔

تو ہمیں اس کتاب میں صفت عزیز کا ذکر کر کے یہ بتایا کہ اگر تم اس اَلۡکِتَابُ پر عمل کرنے والے ہوگے۔ اگر تم اس کے احکام کی اطاعت کرنے والے ہوگے تو اللہ جو عــزیــز ہے تمہیں عزت کے ایسے مقام پر کھڑا کرے گا کہ دنیا کی کوئی طاقت تمہارا مقابلہ نہ کر سکے گی۔ اگر تمہاری ترقی کے سامنے ہمالیہ کے پہاڑ بھی حائل ہوں گے تو وہ پاش پاش کر دیئے جائیں گے۔

مسلمانوں کی تاریخ ہمیں یہ بتاتی ہے کہ بالکل بے کسی اور بے بسی کے زمانہ میں جب ان کے پاس نہ عزت تھی، نہ طاقت تھی، نہ مال تھا اور نہ کوئی اور ظاہری سامان تھے، صرف قرآن کریم ہی تھا جو ان کے ہاتھ میں تھا صرف قرآن کریم ہی تھا جو ان کے دل میں تھا، صرف قرآن کریم ہی تھا جو ان کے عمل میں نظر آ رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں غلبہ عطا فرمایا اور ان کے مقابل آنے والی سب طاقتوں کو مٹا دیا اور ایک کم مایہ، بے مایہ، کمزور و ناتواں اور غریب کو تمام دنیا کی طاقتوں کے مقابلہ میں کامیاب و کامران کر دیا۔

اس کی ایک تازہ مثال میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ اس مثال کا میں نے پہلے بھی ذکر کیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۱۸۶۸ء میں فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے الہاماً بتایا ہے کہ

’’بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے‘‘۔

(تذکرہ صفحہ ۱۰ ایڈیشن چہارم)

اس وقت آپ کو بھی کوئی نہ جانتا تھا، قادیان کو بھی کوئی نہ جانتا تھا۔ جماعت احمدیہ کو بھی کوئی نہ جانتا تھا بلکہ کہا جا سکتا ہے کہ خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی نہ جانتے تھے۔ کیونکہ اس وقت اللہ تعالیٰ کے حکم سے جماعت کا قیام نہیں کیا گیا تھا۔ اور بیعت بھی شروع نہ ہوئی تھی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ پیشگوئی کی۔ اور قریباً سو سال تک مخالف کو موقع دیا کہ جتنا چاہو استہزاء کر لو، مذاق کر لو، ٹھٹھا کر لو، طعنے دے لو۔ یہ کلام ہمارا (عزیز خدا کا) کلام ہے جو ایک دن پورا ہو کر رہے گا۔ اس سال اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے وہ سامان پیدا کر دیئے۔ (دو کم سَو سال کے بعد) جب اس عرصہ میں ایک نیا ملک بنایا گیا۔ پھر الٰہی تدبیر کے ماتحت اس ملک کو آزادی دلائی گئی۔ پھر الٰہی منشاء کے مطابق جب اس ملک کی اپنی حکومت بنی، تو اس کا سربراہ اور اس کا ایکٹنگ (Acting) گورنر جنرل اس شخص کو مقرر کیا گیا جو تقرر

کے دن سے پہلے جماعت احمدیہ گیمبیا کا پریذیڈنٹ تھا۔ اس طرح جماعت احمدیہ کے پریذیڈنٹ کو گورنر جنرل بنادیا گیا۔

پھر ان کو ہمارے مبلغ نے توجہ دلائی کہ اللہ تعالیٰ کی ایک بشارت ہے کہ ’’ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے‘‘ تم خوش نصیب انسان ہو کہ دنیا کی تاریخ میں تمہیں پہلی دفعہ یہ موقع مل رہا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کپڑوں سے تم برکت حاصل کرسکو مگر یہ کوئی معمولی چیز نہیں۔ اس لئے قبل اس کے کہ تم اس کے متعلق خلیفۂ وقت کو اپنی درخواست بجھواؤ چالیس دن تک چلہ کرو۔ یعنی خاص طور پر دعائیں کرو۔ اس قسم کا چلہ نہیں جو صوفیا اور فقراء کیا کرتے ہیں۔ چالیس دن تک خاص طور پر تہجد میں دعا کرو کہ خدا تعالیٰ تمہیں اس بات کا اہل بنائے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کپڑوں میں سے ایک ٹکڑا تمہیں ملے۔

انہوں نے دعا شروع کی اور پھر مجھے خط لکھا کہ میں دعاؤں میں مشغول ہوں اور اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑ گڑا رہا ہوں کہ میں ایک بڑی بھاری ذمہ داری لے رہا ہوں، صرف عزت حاصل نہیں کر رہا، صرف تبرک حاصل نہیں کررہا بلکہ بڑی بھاری ذمہ داری بھی لے رہا ہوں۔

ایک شخص جو ہزارہا میل دور رہتا ہے نہ کبھی ربوہ آیا، نہ ہی تاریخ احمدیت سے پوری طرح واقف، اس کے دل میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تبرک کی اہمیت جب تک پوری طرح بٹھا نہ دی جاتی میرے نزدیک انہیں تبرک بجھوانا درست نہیں تھا۔ اس لئے میں نے انہیں ایک لمبا سا خط لکھا اور انہیں یہی نکتہ سمجھایا کہ تم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تبرک مانگ رہے ہو۔ اس میں برکتیں بھی بڑی ہیں مگر یہ بھی نہ بھولو کہ اس کی قیمت اتنی ہے کہ ساری دنیا کے سونے اور ساری دنیا کی چاندی اور ساری دنیا کے ہیرے اور جواہرات بھی اگر اس کے مقابل رکھے جائیں تو ان کی وہ قیمت نہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کپڑوں میں سے ایک ٹکڑا کی قیمت ہے اس لئے تم ایک بڑی ذمہ داری لے رہے ہو۔ ذہنی طور پر، روحانی طور پر اور اخلاقی طور پر اپنے آپ کو اس کا اہل بناؤ۔

یہ مضمون تھا اس خط کا جو میں نے انہیں لکھوایا اور ان سے انتظار کروایا تا کہ جب ان کی یہ روحانی پیاس اور بھڑکے اور ان کے دل میں ذمہ داری کا پورا احساس بیدار ہو جائے اس وقت وہ تبرک ان کو بھیجا جائے۔

پندرہ بیس دن ہوئے وہ تبرک ان کو بھجوایا گیا اور مجھے ابھی گھوڑا گلی میں ان کی تار ملی ہے کہ وہ تبرک مجھے مل گیا ہے۔ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس سے کما حقہ فائدہ اٹھانے کی توفیق بخشے۔

پس خدائے عزیز کے ساتھ تعلق رکھنے والے عزت کے ایسے مقام کو حاصل کرتے ہیں کہ دنیا کی کوئی طاقت ان کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ لیکن قرآن کریم کی طرف منسوب ہونا اور پھر عزت کی بجائے ذلت کے مقام پر کھڑا ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ دعویٰ جھوٹا ہے۔ ایسا شخص زبان پر تو قرآن کریم کا نام لاتا ہے لیکن دل سے اسے دھتکارنے والا اور پرے کرنے والا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا کہ اس آسمانی کامل اور مکمل صحیفہ کو اُتارنے والا العزیز ہے۔ وہ ایسی طاقت کا مالک ہے کہ دنیا کی ساری طاقتیں اکٹھی ہو کر بھی اس کا مقابلہ نہیں کرسکتیں۔ وہ اس کی مخلوق ہیں۔ وہ اندر اور باہر سے ان کو جاننے والا ہے۔ وہ ان کی قوتوں اور استعدادوں کو اس لئے جاننے والا ہے کہ وہ خود اس کی پیدا کردہ ہیں۔ تو وہ اس کے مقابلہ میں کیسے کھڑی ہوسکتی ہیں؟

اور ہمیں یہ بتایا کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی اس اَلْکِتَابُ پر پورا عمل کرو گے اور اس کی اطاعت اس طرح کرو گے جیسا کہ اطاعت کا حق ہے تو پھر خدائے عزیز تمہیں عزت کے بلند مقام پر کھڑا کر دے گا۔

پھر فرمایا کہ جس اللہ نے یہ کتاب تمہیں بھجوائی ہے وہ صرف اَلْعَزِیْزُ ہی نہیں۔ اَلْحَکِیْمُ بھی ہے اَلْحَکِیْمُ کے معنیٰ ’’صاحب حکمت‘‘ کے ہیں۔ حِکْمَۃ عربی زبان میں عدل، علم، حلم، فلسفہ کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

تو اَلْحَکِیْمُ کے ایک معنی یہ ہوئے کہ وہ علم رکھنے والی ہستی ہے۔ اس سے زیادہ عَلِیْم کوئی نہیں۔ تو اللہ تعالیٰ جس نے یہ قرآن نازل کیا ہے وہ ذات ہے جس کے علم کے مقابلہ میں ساری دنیا کے علوم کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ کامل علم اس کے پاس ہے۔ کوئی چیز اس سے مخفی نہیں۔ دنیا کے ہر ظاہر و باطن پر اس کی نظر ہے۔ ماضی و حال و مستقبل اس کے لئے ایسے ہی ہیں جیسے کہ ایک انسان کیلئے ایک سیکنڈ کا ہزارواں حصہ جو حقیقتاً اس کے لئے حال بنتا ہے۔ پس یہ وہ ذات ہے جو زمانہ سے بھی اَرْفَع ہے۔ جو مکان سے بھی بالا ہے۔ اس کے علم کے مقابلہ میں کوئی علم ٹھہر نہیں سکتا۔ اسی علم کے منبع سے یہ کتاب نازل ہوئی ہے۔ اس لئے اگر تم قرآن کریم کا غور سے مطالعہ کرو گے۔ اس کو سمجھو گے، اس کے علوم کے حصول

کے لئے اپنے رب سے دعائیں کرتے رہو گے تو تمہیں وہ علوم عطا کئے جائیں گے کہ دنیا کے سارے عالم تمہارے مقابلہ میں نہیں ٹھہر سکیں گے۔ چنانچہ ابتداء زمانہ اسلام میں جو ترقی کا زمانہ ہے۔ ہمیں یہی نظارہ نظر آتا ہے۔ مغرب کے جتنے بڑے بڑے فلاسفر گزرے ہیں۔ ان سب نے اپنی فلاسفی یا ان نظریات میں جو انہوں نے پیش کئے ہیں کسی نہ کسی مسلمان محقق سے بھیک مانگی ہے۔

ایک جرمن فلاسفر کانٹ بہت مشہور فلاسفر ہے جسے صرف جرمنی میں ہی نہیں بلکہ انگلستان اور امریکہ اور دوسری مہذب دنیا میں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور اسے بڑے دماغ والا خیال کیا جاتا ہے۔ اس کی بہت سی تھیوریز اور نظریے جو اس نے دنیا کے سامنے پیش کئے۔ میں ذاتی علم رکھتا ہوں کہ ان نظریات کو ہمارے مسلمان علماء نے کانٹ (Kant) سے بہتر طریق پر صدیوں پہلے ہی دنیا کے سامنے پیش کیا ہوا ہے۔ اس وقت تو ان علماء کی کتب بھی دنیا میں موجود تھیں۔ بعد میں اسلام کے خلاف جو تعصب سے کام لیا گیا۔ اس کے نتیجہ میں ہماری بہت سی لائبریریاں جلا دی گئیں۔ اور بہت بڑے پایہ کی کتابیں ایسی ہیں جو یا تو اس وقت دنیا سے کلیتًا مفقود ہیں۔ یا ان کی ایک آدھ جلد باقی ہے جو مثلاً روس کی لائبریری میں ہے اور ہماری دسترس سے باہر ہے اور ہم اس سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتے۔ یا اگر کہیں چھپی ہوئی ہوں تو کہہ نہیں سکتے۔

اسی طرح طب ہے اور دیگر جتنی سائنسز ہیں اور جتنے دوسرے علوم ہیں ان کے متعلق یہ لوگ اب مجبور ہو کر تسلیم کر رہے ہیں کہ ہم نے ابتداً انہیں مسلمانوں سے سیکھا ہے۔ پس جس وقت مسلمان قرآن کریم کی قدر کرنے والا تھا۔ قرآن کے نور سے حصہ پانے والا تھا۔ وہ تمام ان اقوام کا استاد تھا۔ لیکن پھر مسلمان کہلانے والوں نے اپنے غرور اور نخوت میں عملاً یہ اعلان کر دیا کہ ہمیں قرآن کریم کی ضرورت نہیں۔ ہماری عقل ہی ہمارے لئے کافی ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تم نے اپنی ناقص عقل پر ہی بھروسہ کرنا ہے۔ تو پھر جاؤ اپنی عقل سے کام لے کر دیکھ لو اور آخر یہ ہوا کہ ہمیں علم کے ہر میدان میں بھیک مانگنی پڑ گئی ہے۔ یہاں تک کہ جو موٹی موٹی باتیں ہیں۔ جو آسانی سے ایک غیر دیندار مسلمان بھی قرآن کریم سے حاصل کر سکتا تھا۔ وہ بھی ہمیں حاصل نہ رہیں کیونکہ قرآن کریم کی طرف ہماری توجہ ہی نہیں۔ مثلاً ماڈل فارم ہیں آپ میں سے جو سفر کرنے والے ہیں وہ دیکھتے ہوں گے کہ ہر پانچ دس میل کے فاصلہ پر مختلف آدمیوں کے نام پر ماڈل فارم بنائے گئے ہیں۔ زید کا ماڈل فارم، بکر کا ماڈل فارم

وغیرہ یہ جو ماڈل فارمنگ ہو رہی ہے یہ سب مانگے کی ہے۔ کسی مہذب قوم کے سامنے ہم اپنی آنکھیں اور سر اٹھا نہیں سکتے کیونکہ ہم خود منگتے ہیں اور ہمارا دامن ان کے سامنے پھیلا ہوا ہے۔ ہم نبی کریم ﷺ کی حدیث کے مطابق ''یَدِ سُفْلٰی'' رکھنے والے ہیں۔ ہمارا ہاتھ نیچے ہے اور ان کا ہاتھ اوپر ہے حالانکہ خود قرآن کریم نے ہمیں روحانی باتیں سمجھاتے ہوئے کئی قسم کے ماڈل فارم کی مثالیں ذکر کی ہیں۔ اور ان میں سے بعض ایسے ماڈل فارم بیان ہوئے ہیں کہ جن کے لئے پاکستان کی سالانہ آمد اگر تیس سال تک بھی خرچ کر دی جائے تب بھی وہ ریسرچ پروگرام اتنے کمال تک نہیں پہنچ سکتا۔ جو قرآن کریم میں بیان کیا گیا ہے۔ اتنی زبردست تحقیقی باتیں اس میں بیان کی گئی ہیں۔

بے شک قرآن کریم ہمیں علم زراعت سکھانے نہیں آیا۔ لیکن زراعت کو پیدا کرنے والا خدا ہمیں زراعت کی زبان میں روحانی باتیں سکھاتا ہے اور ضمناً ہمیں وہ باتیں بھی بتا جاتا ہے۔ جو ہماری زراعتی ترقی کے لئے ضروری ہیں۔ میں نے کئی دفعہ اپنے ماہرین زراعت سے کہا ہے کہ تمہیں مانگنے کی عادت ہے، تمہیں شرم کرنی چاہئے۔ ورنہ تم بجائے روس سے لینے کے، بجائے امریکہ سے لینے کے یا چین سے لینے کے کسی بھی غیر ملک سے مانگنے کی بجائے تم قرآن کریم پر غور کر کے اپنے ماڈل فارم کا پروگرام بناتے۔ لیکن میری یہ بات سن کر وہ چپ ہو گئے۔ انہوں نے کبھی خیال بھی نہیں کیا کہ قرآن کریم میں بھی کوئی علم ہے۔ حالانکہ قرآن کریم کا دعویٰ ہے مِنَ اللّٰهِ الْحَكِيْمِ کہ یہ حکیم اللہ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اگر تم اس کی پیروی کرو گے، اس کے نور سے حصہ لو گے تو دنیوی علوم میں بھی کوئی قوم تمہارا مقابلہ نہیں کر سکے گی۔

کئی سَو سال تک کی خدا تعالیٰ کی فعلی شہادت نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ واقعہ میں خدا تعالیٰ نے یہ سچ فرمایا ہے کیونکہ علم کے میدان میں کئی سَو سال تک مسلمانوں کے مقابلہ میں دنیا کی کوئی قوم کھڑی نہیں ہو سکی۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ ہم نے کامل سچائیوں کے ساتھ یہ قرآن تیرے پر نازل کیا ہے۔ چونکہ یہ کامل صداقتوں اور کامل حقائق پر مشتمل ہے۔ فَاعْبُدِ اللّٰهَ اس لئے اے مسلمان! تو اپنے اللہ کی عبادت کر۔

اس میں ہمیں یہ بتایا کہ حقیقی اور سچی عبادت جو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے والی اور کھینچنے

والی ہے وہ اسی شخص کی ہو سکتی ہے جس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عبادت کے کامل اور مکمل اصول بتائے گئے ہوں اور اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی کامل رہبری فرما دی ہو۔

پھر یہ بھی بیان فرما دیا کہ یہ اَلْـكِتَـابُ پہلی کتب کی طرح نہیں، جن میں کچھ صداقتیں تو بیان کی گئی تھیں۔ لیکن ساری صداقتیں بیان نہیں کی گئی تھیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس زمانہ کے لوگ تمام صداقتوں اور تمام حقائق کو ذہنی طور پر بھی۔ جسمانی نشوونما کے لحاظ سے بھی اور اخلاقی ارتقاء کے لحاظ سے بھی قبول کرنے کے لئے تیار نہیں تھے۔ پس ان کی طرف کچھ صداقتیں یا یوں کہیے کہ اَلْـكِتَـابُ کا ایک حصہ نازل کیا گیا اور اگر یہ سچ ہے اور یقیناً یہی سچ ہے تو پھر ان کی عبادت اور ایک سچے مسلمان کی عبادت میں زمین وآسمان کا فرق ہے کیونکہ ان کی عبادت نتیجہ ہے مثلاً بیس فی صدی ہدایت کا۔ اگر انہیں کامل ہدایت ملی ہوتی تو ہم کہتے کہ ان کی عبادت سو فیصدی کامل ہدایت کے مطابق ادا کی گئی۔ مگر ایسا نہیں۔ کیونکہ پہلی قوموں میں سے بعض کو کامل ہدایت کا مثلاً بیس فی صدی حصہ دیا گیا۔ اس کے بعد جو لوگ ترقی کر گئے انہیں تیس فی صدی۔ پھر ان کے بعد آنے والے لوگوں کو چالیس، کسی کو پچاس اور کسی کو ساٹھ فی صدی حصہ عطا کیا گیا۔ سَو فیصدی ہدایت صرف اُمت مسلمہ کو عطا کی گئی۔

تو جس شخص کی، جس قوم کی، یا جس نبی کی اُمت کی اللہ تعالیٰ نے صرف بیس یا صرف تیس یا صرف چالیس یا صرف پچاس یا صرف ساٹھ فی صدی راہنمائی کی ہو اور اس راہنمائی کے نتیجہ میں انہوں نے اپنے ربّ کی عبادت کی ہو۔ ان کی یہ عبادت اس عبادت کے مقابلہ میں نہیں ٹھہر سکتی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سو فیصدی راہنمائی کے بعد ایک مسلمان بجالاتا ہے اور ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ان اُمتوں پر اللہ تعالیٰ کے جو انعام اس دنیا میں نازل ہوئے یا آئندہ اخروی زندگی میں نازل ہوں گے وہ ان انعامات کے مقابلہ میں نہیں رکھے جا سکتے جو ایک حقیقی مسلمان پر اس دنیا میں اور پھر اخروی زندگی میں نازل ہوتے ہیں بلکہ ان انعامات سے ان انعامات کو کوئی نسبت ہی نہیں۔

یہاں ہمیں یہ بتایا کہ چونکہ یہ اَلْـكِتَـابُ نازل کی جا چکی ہے۔ جس میں کوئی خامی اور نقص نہیں بلکہ اس میں ساری کی ساری خوبیاں جمع کر دی گئی ہیں۔ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ (البيّنة : ۴) یہ سب کی سب قرآن کریم کا ہی حصہ تھیں جو اب پھر قرآن کریم میں اپنی اپنی جگہ پر رکھ دی گئی ہیں بلکہ بہت کچھ زائد بھی اس میں رکھا گیا ہے۔ اس لئے ہم تمہیں حکم دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اگر تم اس ہدایت کے

مطابق عمل کرو گے تو تمہاری عبادت کامل اور مکمل ہو گی۔

دوسری بات اس آیت میں ہمیں یہ بتائی گئی ہے فَاعْبُدِ اللّٰہَ مُخْلِصًالَّہُ الدِّیْنَ کہ عبادت کا مفہوم یہ نہ سمجھنا کہ اللہ اللہ کہہ دیا یا درود پڑھ لیا یا سبحان اللہ پڑھ لیا یا الحمد للہ کہہ لیا۔ قرآن کریم کے نزدیک صرف اتنا یا محض اتنا کوئی عبادت نہیں۔ اگر کوئی شخص مثلاً دس ہزار دفعہ درود پڑھتا ہے۔ لیکن اس نے نبی کریم ﷺ کو اپنے لئے اُسوہ حسنہ نہیں بنایا۔ تو اس درود پڑھنے کا اسے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہو گا۔ جب ہم درود پڑھیں تو ہمیں چاہئے کہ اس نیت سے پڑھیں کہ اے خدا! تو نے دنیا میں ہمارے لئے محمد ﷺ کو ایک نہایت ہی اعلیٰ نمونہ بنایا ہے۔ اور تو نے اسے اس لئے نمونہ بنایا ہے تا کہ ہم اس کی پیروی کریں اس کے نمونہ پر چل کر اس کے اخلاق اپنے اندر پیدا کریں اور اس کے رنگ سے رنگین ہوں تو ایسا درود ہمیں فائدہ دے گا۔

لیکن اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ میں درود تو پڑھتا ہوں لیکن میں آپؐ کے نمونہ کی پیروی کرنا نہیں چاہتا۔ تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ عبادت نہیں۔ فَاعْبُدِ اللّٰہَ مُخْلِصًالَّہُ الدِّیْنَ دین کے ایک معنی اطاعت بھی ہیں۔ فرمایا تمہاری عبادت تب میری حقیقی عبادت کہلائے گی جب تم اس کے ساتھ میرے تمام حکموں پر عمل بھی کرو گے۔ اور پھر عبادت خالص ہو یعنی بغیر کسی ریاء اور بغیر کسی کھوٹ کے ادا کی گئی ہو۔ اَخْلَصَ کے مفہوم میں عربی زبان کے مطابق دو باتیں پائی جاتی ہیں ایک ریاء کا نہ ہونا دوئم کھوٹ کا نہ ہونا۔

اَخْلَصَ الطَّاعَۃَ کے معنی ہیں اس نے اطاعت میں کوئی ریاء نہیں برتا۔ مثلاً ظاہر میں اللہ اللہ کہا یا ظاہر میں بہت عبادت کی لیکن اس کا باطن اطاعت سے انکار کرتا رہا تو یہ اخلاص کے خلاف ہے۔

تو فرمایا ہم تمہیں حکم دیتے ہیں۔

فَاعْبُدِ اللّٰہَ کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس نیت سے عبادت کرو کہ جو حکم بھی نازل ہو گا۔ ہم اس کو بجالائیں گے اور ہر بات جس سے روکا جائے گا ہم اس سے باز رہیں گے۔ پس اللہ تعالیٰ کی عبادت خالص اطاعت کے ساتھ ہی ہو سکتی ہے۔ ورنہ اسلام اسے عبادت قرار ہی نہیں دیتا۔ اگر لمبی نمازیں پڑھنے والا فحشاء اور منکر سے باز نہیں آتا تو اس کی نمازیں سچی نمازیں نہ ہوں گی کیونکہ سچی نماز تو فحشاء اور منکر سے روکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ایک اور عجیب مضمون بھی بیان فرمایا ہے۔ اَلدِّیۡنُ کے معنی تدبیر کے بھی ہیں۔ تو فرماتا ہے۔ فَاعۡبُدِ اللّٰہَ مُخۡلِصًا لَّہُ الدِّیۡنَ کہ اللہ کی عبادت اس طرح کرو کہ تمہاری تمام تدابیر خالصتاً بغیر کسی ریاء اور کھوٹ کے اسی کے لئے ہوں۔

اس میں یہ بھی وضاحت کی گئی ہے کہ خدا تعالیٰ تدابیر سے منع نہیں کرتا۔ وہ یہ نہیں کہتا کہ مال نہ کماؤ وہ یہ نہیں کہتا کہ تجارتیں نہ کرو۔ وہ یہ نہیں کہتا کہ زراعت نہ کرو۔ وہ یہ نہیں کہتا کہ تم وکالت کا پیشہ اختیار نہ کرو اور فیس نہ لو۔ لیکن وہ یہ ضرور کہتا ہے کہ دنیا کی جو تدبیر بھی تم کرو وہ خدا کے لئے کرو اور خدا تعالیٰ کی اطاعت کا جوا اپنی گردنوں سے نہ اُتارو پھر جب وہ یہ کہتا ہے کہ مال کماؤ تو ساتھ ہی یہ بھی حکم دیتا ہے کہ مال ان طریقوں سے کماؤ جو جائز قرار دئے گئے ہیں۔ اور ان طریقوں سے مال نہ جمع کرو جو حرام قرار دئے گئے ہیں۔ پھر جب وہ کہتا ہے کہ تم مال خرچ کرو تو ساتھ ہی وہ یہ کہتا ہے کہ اپنا مال ان طریقوں سے خرچ کرو جو جائز قرار دئے گئے ہیں۔ اور جو طریق خدا کے نزدیک ناپسندیدہ یا مکروہ ہیں اور بُرے ہیں ان طریقوں سے خرچ نہ کرو۔

پس اس چھوٹی سی آیت میں اور چند الفاظ میں بڑے وسیع معانی اور مطالب بیان فرمائے گئے ہیں بہرحال اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم عبادت کرو تو اس طرح کہ تمام دنیوی تدابیر کو بھی خالصتاً بغیر کسی ریاء، بغیر کسی کھوٹ کے میرے لئے کر رہے ہو۔ ایک شخص اگر رات کو تہجد کی نماز ادا کرتا ہے اور تہجد کی نماز کے بعد نماز فجر سے پہلے کہیں جا کر ڈاکہ ڈالتا ہے۔ تو کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اس کی نماز تہجد قبول ہو جائے گی!! اس کی دعائیں جو اس نے نماز تہجد میں کی تھیں وہ پوری کی جائیں گی؟؟

یہ مثال مجھے اس وجہ سے یاد آئی کہ قادیان کے قریب ایک گاؤں تھا ننگل۔ وہاں ایک ڈاکو نمبر ۱۰ رہا کرتا تھا۔ رات کے ایک بجے پولیس اسے اس کے گھر جا کر دیکھا کرتی۔ ابھی وہ پولیس کا آدمی واپس قادیان نہ پہنچتا تھا کہ یہ چوری کے لئے نکل کھڑا ہوتا۔ ایک دن وہ ہماری کوٹھی میں جو حضرت اُمّ المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ہمیں بنا کر دی تھی، عین سحری کے وقت پہنچا اور ایک چیز چرائی۔ ہمارا ایک نوکر تھا اسے جب معلوم ہوا تو یہ بھاگ گیا۔ بعد میں ہمیں پتہ چلا کہ یہ اس شخص کا کام ہے۔

تو جو شخص ایک یا دو بجے رات تک شریفانہ طور پر گھر میں وقت گزارتا رہا اور اس کے معاً بعد وہ چوری کے لئے نکل گیا تو قانون کی نگاہ میں وہ یقیناً چور ہے۔ وہ شخص جو رات کو تین گھنٹے تک تہجد کی نماز ادا کرتا

رہا پھر دن کو اس نے کسی کا مال غصب کر لیا تو خدا کی نگاہ میں وہ حرام خور ہے تہجد گزار نہیں۔ اسی واسطے ہمیں اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ جب تک ہماری ساری تدابیر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے نیچے نہیں آ جاتیں۔ اس وقت تک ہماری عبادت خدا کی عبادت کہلانے کی مستحق نہیں ہو سکتی۔ حقیقی عبادت اسلام کے نزدیک جیسا کہ اس آیت سے پتہ چلتا ہے۔ یہ ہے کہ خالصتاً اس کی اطاعت ہو۔ اس کی اطاعت میں کوئی ریاء نہ ہو۔ تمام احکام الٰہی کی پیروی کی جائے۔ مثبت احکام کی مثبت طریق پر اور منفی احکام کی منفی طریق پر۔

فرمایا کہ کوئی زمیندار ہے، کوئی ڈاکٹر ہے، کوئی بار ایٹ لاء ہے وغیرہ۔ یہ تمہاری تدبیریں ہیں لیکن یاد رکھو کہ جب تک تم اپنی تدابیر کو مُخۡلِصًا لَّهُ الدِّيۡنَ کے ماتحت رکھو گے تو تمہاری عبادتیں قبول ہوں گی اور جب ان میں اخلاص نہ ہوگا اور اطاعت نہ ہوگی تو یقیناً وہ قبول نہ ہوں گی۔

اس لئے میں جماعت کے بھائیوں اور بہنوں کو بتانا چاہتا ہوں کہ صرف احمدی کہلانا یا بیعت کر لینا کافی نہیں بلکہ آپ کا فرض ہے کہ قرآن کریم کی اور اسلام کی دنیا میں عزت قائم کریں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو بلند کرنے والے ہوں۔ لیکن یہ کام ہرگز نہیں ہو سکے گا جب تک کہ دل میں اس کی محبت نہ ہو۔ جب تک کہ قرآن پاک کا علم آپ کو حاصل نہ ہو۔ جب تک کہ آپ اس کو کما حقہ سمجھنے والے نہ ہوں اور جب تک کہ ہمیشہ اس کے متعلق غور وفکر کرنے والے نہ ہوں۔ پس جب تک آپ قرآن کریم کی عزت کو دنیا میں قائم کرنے کی کوشش نہیں کریں گے۔

میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں بھی اور دنیا کی نگاہ میں بھی کبھی عزت حاصل نہیں کر سکتے۔ اگر آپ نے اپنی زندگی کا مقصد حاصل کرنا ہے اور اگر آپ نے اس غرض کو جس کے لئے یہ جماعت قائم کی گئی ہے حاصل کرنا ہے تو ضروری ہے کہ آپ قرآن کریم سے پیار کرنے والے ہوں۔ اس طرح کہ اس کے تمام احکام پر عمل کرنے والے ہوں۔ قرآن کریم کی عزت کرنے والے ہوں۔ قرآن کریم کے نور سے خود بھی منور ہوں اور پھر اس نور کی دنیا میں اشاعت بھی کریں۔

خدا تعالیٰ ہمیں صحیح معنی میں حقیقی احمدی بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(الفضل ۱۷؍اگست ۱۹۶۶ء صفحہ ۲ تا ۶)